ثروت صولت

اقبال کے ترکی زبان میں ترجمے

اپنے علمی ذخیرے کی وسعت کے لحاظ سے ترکی زبان عربی کے بعد اسلامی دنیا کی دوسری بڑی زبان ہے ۔ تقریباً تمام مغربی زبانوں کے کلاسیکی ادب کا ترکی میں ترجمہ ہو چکا ہے ۔ عربی اور فارسی کی بھی بیشتر اہم کتابیں ترکی میں منتقل ہو چکی ہیں ۔ ترکوں نے اُردو سے بھی استفادہ کیا ہے اور عربی یا انگریزی کے توسط سے یا براہِ راست اُردو سے برِ صغیر پاکستان و ہند کے کئی مصنفوں کی کتابوں کا گزشتہ پچاس سال کے عرصے میں ترکی میں ترجمہ ہو چکا ہے ۔ ان ہی مصنفین میں سے ایک اقبال ہیں ۔

عربی دنیا میں اگرچہ اقبال کا تعارف ایک ترک شاعر نے کرایا لیکن خود ترکیہ میں اقبال کا تفصیلی تعارف دنیائے عرب اور ایران کے بعد ہوا ۔ بہرحال گزشتہ چند سالوں میں اس کی بڑی حد تک تلافی ہوگئی ہے اور اس وقت اقبال کے منظوم کلام کا بیشتر حصہ ترکی میں ترجمہ ہو چکا ہے اور نثری تحریروں کا بھی ایک حصہ ترکی میں منتقل ہو چکا ہے ۔ اس مضمون کا مقصد ان ہی کوششوں کا جائزہ لینا ہے جو اقبال شناسی کے سلسلے میں ترکیہ میں کی جا رہی ہیں ۔

جیسا کہ بتایا جا چکا ہے ، دنیائے عرب میں اقبال کو متعارف کرانے والی شخصیت ایک ترک کی تھی ۔ یہ مشہور ترک شاعر اور ترکیہ کے قومی ترانے کے خالق محمد عاکف مرحوم تھے ۔ یہ کام اُنھوں نے خود نہیں کیا ۔ اُنھوں نے مصر میں (۱۹۲۶ تا ۱۹۳۶) قیام کے زمانے میں مشہور مصری ادیب عبدالوہاب عزام بے کو کلامِ اقبال کی اہمیت کا احساس دلایا ، جس کے نتیجے میں عزام بے نے اقبال کے کلام کو عربی میں منتقل کرنے اور ان کے پیغام سے عربوں کو روشناس کرنے کا کام شروع کیا ۔ جہاں تک ترکی زبان کا تعلق ہے ، اس وقت تک ان دو اشعار کے سوا جن کا ترجمہ عاکف نے اپنی کتاب ''صفحات''

میں ایک نظم کے اندر کیا ،[۱] غالباً اقبال کے کسی شعر کا ترجمہ ترکی زبان میں نہیں ہوا تھا ۔

ترکی میں اقبال کے کلام کا ترجمہ عاکف کی وفات کے کئی سال بعد شروع ہوا اور اس کا سہرا ترکیہ کے بزرگ ادیب علی نہاد تارلان کے سر ہے جنھوں نے ترکیہ میں اقبال کو متعارف کرانے کے سلسلے میں وہی کردار ادا کیا جو عبدالوہاب عزام بے نے مصر اور عرب دنیا میں ادا کیا ۔

علی نہاد تارلان ۔ ڈاکٹر علی نہاد تارلان کا شمار موجودہ دور کے ممتاز ترک ادیبوں میں ہوتا ہے ۔ وہ ۱۸۹۸ میں استنبول میں پیدا ہوئے ۔ ۱۹۱۹ میں استنبول یونیورسٹی سے فرانسیسی اور فارسی کی تکمیل کی اور پھر اسی یونیورسٹی سے ''اسلامی ادب میں لیلیٰ مجنون سے متعلق مثنویاں''[۲] کے عنوان سے ایک تحقیقی مقالہ لکھ کر ڈاکٹریٹ کی سند حاصل کی ۔

ڈاکٹر علی نہاد تارلان نے فرانسیسی اور ترکی کے اُستاد کی حیثیت سے مختلف مدارس میں فرائض انجام دیے ۔ ۱۹۳۳ میں وہ استنبول یونیورسٹی کے شعبۂ لسانیات و ادبیات میں لکچرار ہوئے اور ۱۹۴۲ میں پروفیسر ہوگئے ۔

ان کی ابتدائی تحریریں جو نظم و نثر پر مشتمل ہیں اور مختلف رسالوں میں شائع ہوئی تھیں ۱۹۵۳ میں ''گونیش یاپرک'' *(Gunes Yaprak)* اور ۱۹۷۰ میں ''کوگولر'' *(Kugular)* کے نام سے کتابی شکل میں شائع ہوئیں ، لیکن ڈاکٹر تارلان کی حقیقی خدمات عثمانی دور کے ادب سے متعلق ہیں جو ''دیوان ادبیات'' کہلاتا ہے ۔ اُنھوں نے سالہا سال کی محنت کے بعد اس دور کی مختلف ادبی شخصیتوں ، مسائل اور متون کے بارے میں تحقیقات کیں اور ان کو کتابی شکل میں مرتب کیا ۔ ان کی یہ کتابیں سالِ اشاعت کے لحاظ سے حسب ذیل ہیں :

(۱) ادبی فنون سے متعلق (۱۹۳۱) ۔
(۲) شیخی کے دیوان کی تدقیق[۳] ـــ دو جلد (۱۹۳۴ تا ۱۹۳۶) ۔
(۳) دیوانِ ادبیات میں توحید (۱۹۳۶) ۔
(۴) دیوانِ ادبیات میں معمہ (۱۹۳۶) ۔
(۵) متون کی شرح سے متعلق (۱۹۳۷) ۔

۱۔ محمد عاکف ، ''صفحات'' (استنبول ، ۱۹۷۴) ، صفحہ ۵۱۵ ۔
۲۔ *Islam Edebiyatinda Leyla ve Mecnun Mesnevisi* ۔
۳۔ یوسف سنان شیخی (۱۳۷۱ تا ۱۴۳۱) ۔ عثمانی ادب کا پہلا بڑا ترک شاعر جو بعد کے عثمانی شعرا کے لیے نمونہ بنا ۔ اس کا ''خرنامہ'' عثمانی ترکی ادب کی ہجویہ شاعری کا شاہکار سمجھا جاتا ہے ۔

(۶) متن کی اصلاح (۱۹۳۷) -
(۷) خیالی بے کا دیوان[۴] (۱۹۴۵) -
(۸) دیوانِ ادبیات میں شعر -
(۹) نجاتی بے کا دیوان[۵] (۱۹۶۳) -
(۱۰) احمد پاشا[۶] کا دیوان (۱۹۶۶) -
(۱۱) ذاتی[۷] کا دیوان (غزلیات)، جلد اول (۱۹۶۸) -
(۱۲) محمد عاکف[۸] (۱۹۶۸) -

ڈاکٹر علی نہاد تارلان کا ترکی ادب کے بعد خاص موضوع فارسی ادب رہا ہے - چنانچہ انھوں نے فارسی زبان کے شعرا کی متعدد اہم کتابوں کا ترکی میں ترجمہ بھی کیا ہے - مثلاً نظامی کے ''دیوان'' اور ''مثنوی لیلیٰ مجنوں'' اور ''خسرو شیرین'' کا ترکی میں ترجمہ کیا - عثمانی دور میں ترکیہ کے بہت سے شاعر فارسی میں بھی شعر کہتے تھے - اس قسم کے ترک شعرا میں سے سلطان سلیم (۱۵۱۲ تا ۱۵۲۰) اور نفعی[۹] (۱۵۷۲ تا ۱۶۳۵) کے فارسی دیوانوں کا ترکی میں ترجمہ کیا -

اقبال کے تراجم بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے - اس کام کا آغاز ڈاکٹر علی نہاد تارلان نے ۱۹۵۸ ہی میں کر دیا تھا،[۱۰] لیکن ۱۹۶۸ کے بعد اقبال

۴- محمد خیالی (متوفی ۱۵۵۷) - سلیمان قانونی کے دربار کا صفِ اول کا غزل گو شاعر تھا - اس کو روم کا حافظ کہا جاتا ہے -

۵- عیسیٰ نجاتی (متوفی ۱۵۰۹) - عثمانی ترکیہ کا پہلا بڑا غزل گو شاعر ہے کلاسیکی عثمانی شاعری کے بانیوں میں شمار کیا جاتا ہے -

۶- احمد پاشا (متوفی ۱۴۹۷) - سلطان محمد فاتح کا وزیر اور اس دور کا ایک ممتاز شاعر تھا -

۷- ذاتی (۱۴۷۷ تا ۱۵۴۶) - سلیمان قانونی کے دور کا ممتاز شاعر -

۸- یہ کتاب علی نہاد تارلان نے علاقائی تعاون کے ادارے کی ثقافتی سرگرمیوں کے تحت انگریزی میں لکھی تھی - اس کا اُردو ترجمہ کراچی یونیورسٹی کے تاریخِ اسلام اور ترکی زبان کے پروفیسر ڈاکٹر محمد صابر نے کیا - یہ ترجمہ علاقائی تعاون کے ادارے کی پاکستانی شاخ کی طرف سے لاہور سے ۱۹۷۰ میں شائع ہوا -

۹- عمر نفعی (۱۵۷۲ تا ۱۶۳۵) کا شمار عثمانی ترکیہ کے سب سے بڑے پانچ کلاسیکی شعرا میں ہوتا ہے - ترکیہ کا سب سے بڑا طنز گو شاعر تھا -

۱۰- ڈاکٹر علی نہاد تارلان کے ابتدائی ترجمے جو ''پیامِ مشرق'' اور ''زبورِ عجم'' کے بعض حصوں کے ترجموں پر مشتمل تھے مختلف اداروں کی طرف سے شائع ہوئے تھے -

کے کلام کے ترجموں کی طرف اُنھوں نے خاص طور پر توجہ دی ۔ اقبال کی جن کتابوں کا وہ اب تک ترجمہ کر چکے ہیں وہ حسب ذیل ہیں :

(۱) ''پیامِ مشرق'' : یہ ترجمہ ترکیہ پاکستان ثقافتی انجمن ، استنبول ، کی طرف سے ۱۹۶۳ میں شائع کیا گیا ۔

(۲) ''اسرار و رموز'' : یہ ترجمہ بھی ترکیہ پاکستان ثقافتی انجمن ، استنبول ، کی طرف سے ۱۹۶۴ میں شائع کیا گیا ۔

(۳) ''زبورِ عجم'' : یہ انتخاب ہے جو انقرہ کے ایک نجی ادارے ہلال یا ینلری (مطبوعات ہلال) کی طرف سے ۱۹۶۴ میں شائع کیا گیا ۔ ڈاکٹر تارلان اس سے قبل ''زبورِ عجم'' کے آخری حصہ ''گلشن رازِ جدید'' کا ترجمہ ۱۹۵۹ میں استنبول سے شائع کر چکے تھے ۔

(۴) ''ارمغانِ حجاز'' : فارسی حصے کا ترجمہ ۱۹۶۸ میں شائع ہوا ۔

(۵) ''ضربِ کلیم'' : یہ ترجمہ ۱۹۶۸ میں استنبول سے شائع ہوا ۔ ترجمہ اُردو سے نہیں بلکہ ڈاکٹر عرفانی کے فارسی ترجمے سے ترک میں منتقل کیا گیا ۔

عبدالقادر قراخان ۔ عبدالقادر قرا خان بھی دورِ جدید کے ممتاز ترک ادیب ہیں ۔ وہ ۱۹۱۳ میں پیدا ہوئے ۔ ازمیر اور صامسون (Samson) کے مدرسوں میں معلّم کی حیثیت سے فرائض انجام دیے ۔ ۱۹۳۹ سے ۱۹۴۷ تک ازمیر کے کالجوں میں پڑھایا ۔ اس کے بعد استنبول یونیورسٹی میں پروفیسر ہو گئے اور ابھی تک اُسی منصب پر فائز ہیں ۔

عبدالقادر قرا خان شاعر بھی ہیں ۔ ان کا مجموعۂ کلام ''طلوع خورشید کا وطن''[۱۱] ۱۹۳۴ میں شائع ہوا ۔ ڈاکٹر تارلان کی طرح ان کا تحقیقی کام بھی ''دیوانِ ادبیات'' سے متعلق ہے ۔ یہ کام انھوں نے استنبول یونیورسٹی میں جانے کے بعد شروع کیا ۔ اس موضوع پر اب تک ان کی حسب ذیل کتابیں شائع ہو چکی ہیں :

(۱) ''فضولی[۱۲] کے مکتوبات'' (۱۹۴۸) ۔

(۲) ''فضولی ، ماحول ، حالات اور شخصیت'' (۱۹۴۹) ۔ یہ عبدالقادر قرا خان کا ڈاکٹریٹ کا مقالہ ہے ۔

۱۱- *Gune Sin Dogduga Yurt* ۔

۱۲- محمد فضولی (۱۴۹۵ تا ۱۵۵۶) ۔ سب سے بڑا ترک شاعر سمجھا جاتا ہے ۔ سلیمان قانونی کے دور سے تعلق تھا لیکن دربار سے تعلق نہیں تھا ۔

(۳) ''نابی''[۱۳] (۱۹۵۳) ۔
(۴) ''نفعی'' (۱۹۵۴) ۔
(۵) ''ترکی کے اسلامی ادب میں چالیس احادیث'' (۱۹۵۴) ۔
(۶) ''فغانی[۱۴] اور اس کا مختصر دیوان'' (۱۹۶۶) ۔
(۷) ''نفعی کے دیوان سے انتخاب'' (۱۹۷۱) ۔

ڈاکٹر عبدالقادر قرا خان کو پاکستان سے گہری دلچسپی ہے ۔ وہ مختلف علمی اجتماعات میں شرکت کرنے کے لیے کئی دفعہ پاکستان بھی آ چکے ہیں ۔ غالباً پاکستان سے ان کی اسی دلچسپی نے ان کے لیے اقبال کے مطالعہ کی راہ ہموار کی اور اس وقت ڈاکٹر عبدالقادر قرا خان ترکی میں ڈاکٹر تارلان کے بعد دوسری بڑی ادبی شخصیت ہیں جنھوں نے ترکوں میں اقبال کو متعارف کرانے میں حصہ لیا ۔

ڈاکٹر عبدالقادر ترکیہ میں پاکستان کے سفارت خانے کے اخبار *Pakistan Postasi* میں اقبال سے متعلق مضامین لکھتے رہے ہیں جن کا انتخاب ۱۹۶۲ میں ''ترکیہ میں ڈاکٹر محمد اقبال'' کے نام سے کتابی شکل میں شائع ہو چکا ہے ۔ ان کا ایک مضمون بحیرۂ اسود کی بندرگاہ صامسون سے شائع ہونے والے اخبار ''اسلام سیسی'' *(Islam Sesi)* ، (صدائے اسلام) جلد اول ، شمارہ نمبر ۵ ، ۱۹۷۴ میں ترکیہ سے اقبال کی دلچسپی کے موضوع پر بھی شائع ہوا ہے ۔

اقبال سے متعلق ڈاکٹر قرا خان کی سب سے اہم اور تازہ ترین تصنیف ''ڈاکٹر محمد اقبال اور ان کی تصانیف سے انتخاب''[۱۵] ہے جو استنبول سے ۱۹۷۴ میں جمہوریہ ترکیہ کی پچاسویں سالگرہ کے موقع پر سنٹو کی ثقافتی سرگرمیوں کے تحت شائع ہوئی ہے ۔ کتاب بڑی تقطیع کے دو سو اکتیس صفحات پر مشتمل ہے ۔ ترکی اور انگریزی کے دیباچوں کے پندرہ صفحات ان کے علاوہ ہیں ۔ کتاب حسب ذیل حصوں میں منقسم ہے :

دیباچہ : مولف نے ترکی اور فارسی کی ادبی روایات سے بحث کرنے اور اقبال کی اہمیت بیان کرنے کے بعد بتایا ہے کہ کتاب کی تکمیل کے لیے مصنف نے فارسی ، عربی ، اُردو ، ترکی ، انگریزی اور فرانسیسی کی تقریباً ایک سو

۱۳- یوسف نابی (۱۶۴۲ تا ۱۷۱۲) ۔ کلاسیکی دور کا ممتاز شاعر جس کی شاعری جذبات سے زیادہ ذہن کو اپیل کرتی ہے ۔
۱۴- رمضان چلیبی فغانی (۱۵۰۵ تا ۱۵۳۲) ۔ محمد قانونی کا ممتاز شاعر جو ستائیس سال کی عمر ہی میں اس دنیا سے چل بسا ۔
۱۵- *Dr. Muhammed Ikbal ve Eserlerinden Seçmeler* ۔

کتابوں اور مضامین کا مطالعہ کیا ۔ کتاب کی تکمیل میں جن حضرات سے مصنف کو مدد ملی ان میں دو پاکستانی ڈاکٹر یعقوب مغل (سندھ یونیورسٹی) اور ڈاکٹر محمد صابر (کراچی یونیورسٹی) بھی شامل ہیں ، جنھوں نے اُردو متن کا ترجمہ کرنے میں مدد دی ۔ کتاب کی اشاعت میں جن حضرات سے مدد ملی ، ان میں پاکستان کے محکمہ اطلاعات کے شریف الحسن صاحب کا ذکر بھی کیا ہے جو اُس زمانے میں انقرہ میں سنٹو کے اسسٹنٹ سکرٹری تھے ۔ پاکستان کے جن اداروں سے مصنف کو مدد ملی اور جن کی طرف سے کتابیں فراہم کی گئیں ان کا دیباچے میں تذکرہ کرنے کے بعد مصنف نے حسب ذیل حضرات کا خاص طور پر شکریہ ادا کیا ہے : اقبال اکادمی کراچی [اب لاہور] کے ڈاکٹر جناب معز الدین ، مجلس ترقی ادب کے صدر جناب حمید احمد خاں مرحوم ، پاکستان اُردو اکیڈمی لاہور کے جنرل سکرٹری ڈاکٹر سید عبداللہ ، بزم اقبال کے سید وقار عظیم اور ڈاکٹر عبدالحمید عرفانی اور ڈاکٹر محمد اکرم ۔

یہ دیباچہ اکتوبر ۱۹۷۳ میں لکھا گیا تھا ۔*

(۱) مقدمہ : اصل کتاب مقدمہ سے شروع ہوتی ہے جو ایک سے چودہ صفحہ تک پھیلا ہوا ہے ۔ مقدمہ میں مصنف نے ترکیہ ، ایران اور پاکستان کے ثقافتی تعلقات کا جائزہ لیتے ہوئے ، صوفیہ کی اشاعتِ اسلام کی کوششوں ، فارسی اور ترکی ادب کے ایک دوسرے پر اثرات اور فنِ تعمیر کے مشترکہ پہلوؤں کا ذکر کیا ہے ۔

(۲) **ڈاکٹر محمد اقبال کے حالاتِ زندگی** : یہ حصہ صفحہ ۱۵ سے ۳۲ تک پھیلا ہوا ہے ۔ مصنف نے اقبال کے حالات کے سلسلے میں ان باتوں کا خاص طور پر ذکر کیا ہے جن کا ترکیہ سے تعلق ہے ۔ مثلاً ''بانگِ درا'' کے تذکرے میں ''بلادِ اسلامیہ'' اور ''محاصرۂ ادرنہ'' کا ذکر کیا ہے اور اقبال کا وہ مصرع بھی دیا ہے جس میں انہوں نے ۹ ستمبر ۱۹۲۲ کو ازمیر کو آزاد کرانے کی تاریخ کہی ہے :

گفت اقبال اسم اعظم مصطفیٰ

''پیامِ مشرق'' میں ''خطاب بہ مصطفیٰ کمال پاشا'' اور ''ضربِ کلیم'' میں ''مشرق'' کے زیرِ عنوان جو قطعہ ہے اور جس میں اتاترک کی طرف اشارہ ہے اس کا ذکر بھی کیا ہے ۔

*اس کا انگریزی ترجمہ اقبال اکادمی کے مجلہ ''اقبال ریویو'' بابت اکتوبر ۱۹۷۵ میں شائع ہو گیا ہے ۔

اس باب میں مصنف نے اس ترک فوجی وفد کا بھی ذکر کیا ہے جو ۱۹۲۳ء میں برصغیر آیا تھا اور جس کے دو افسروں حیدر عصمت اور الیاس نے اقبال سے ملاقات کی تھی۔ ۱۹۳۲ء میں مشہور ترک رہنما رؤف پاشا نے جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی، میں جو چھ لکچر دیے تھے اور جن میں سے دو کی صدارت اقبال نے کی تھی مصنف نے ان کا ذکر بھی کیا ہے اور لکھا ہے کہ "ایک لکچر کی صدارت کے دوران اقبال نے اتحادِ اسلام کے موضوع پر تقریر کی تھی اور دوسری میں صرف ایک طنزیہ واقعہ بیان کیا جس کا ہدف انگریز تھے اور جو اقبال کی ترکوں اور ترکیہ سے دلچسپی اور محبت ظاہر کرتا ہے۔" تعجب ہے کہ مصنف نے خالدہ ادیب خانم کی جامعہ ملیہ کی تقریروں کا کوئی تذکرہ نہیں کیا حالانکہ ان میں سے ایک تقریر کی صدارت اقبال نے کی تھی۔ یہ واقعہ ۱۹۳۵ء کا ہے۔[۱۶]

اس باب میں ڈاکٹر عبدالقادر نے عاکف اور اقبال کے باہمی تعلق کے بارے میں ایک دلچسپ انکشاف کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ

"عاکف ڈاکٹر اقبال سے واقف تھے اور ان دونوں کے خیالات میں بعض اختلافات کے باوجود اتفاق پایا جاتا ہے۔ دونوں بیسویں صدی کے عظیم شاعرِ اسلام ہیں۔ دونوں نے معاشرے کی رہنمائی کی اور دونوں درد مند ہیں اور ان کا کلام ناصحانہ ہے اور یہ کہ دونوں اپنی شاندار تاریخ سے وابستگی رکھتے ہیں۔ عاکف نے اقبال کو ہمارے دور کا رومی کہا ہے۔ عزام بے اور عاکف نے خاص طور پر 'پیامِ مشرق' اور 'اسرار و رموز' کو مل کر پڑھا اور عاکف نے استنبول میں قیام کے زمانے میں ہندوستانی مسلمانوں کی ایک جماعت کو اپنی کتاب 'صفحات' کے چند نسخے اقبال تک پہنچانے کے لیے دیے تھے۔ یہ بات ترکیہ اور پاکستان کے دو ہم عصر نابغہ شاعروں کے درمیان تعلق کو ظاہر کرتی ہے۔"

(۳) **تصانیف**: اس باب میں جو صفحہ ۳۳ سے ۴۴ تک پھیلا ہوا ہے مصنف نے اقبال کی تصانیف کا تعارف کرایا ہے۔ پہلے منظوم کتابیں لی ہیں۔ بعد میں منثور کتابیں: (۱) "علم الاقتصاد" (۱۹۰۳)، (۲) "فلسفۂ عجم" (۱۹۰۸) اور (۳) "تشکیلِ الٰہیات جدید" (۱۹۳۰)۔

کتابوں کا تعارف کراتے ہوئے مصنف نے ہر تصنیف کی خصوصیات کی نشاندہی اور اس کے ادبی مقام کا تعین کرنے کے ساتھ ان تراجم کا بھی ذکر کر دیا ہے جو دوسری زبانوں میں ہوئے ہیں۔ ترکی زبان میں ہونے والے

۱۶- ملاحظہ کیجیے "مکتوباتِ اقبال" مرتبہ سید نذیر نیازی۔

ترجموں کا خاص طور پر ذکر کیا ہے - چند مثالیں ملاحظہ کیجیے :

'اسرارِ خودی' یورپ کی مادہ پرستی اور ایرانی تصوف کے خلاف ایک ردِ عمل ہے - رومی کی مثنوی کی طرح بحر رمل میں لکھی گئی ہے - تہران سے 'کلیات اشعار فارسی' کے نام سے ۱۳۴۳ شمسی میں شائع ہوئی اور ۱۹۷۳ میں 'کلیات اقبال' (فارسی) کے نام سے جو مجموعہ شائع ہوا اس میں بھی شامل ہے - انگریزی میں نکلسن نے ترجمہ کیا - عربی ، ترکی ، اُردو ، پشتو ، سندھی اور پاکستان کی دوسری زبانوں میں ترجمہ ہو گیا ہے -

'پیامِ مشرق' اقبال کے خوب صورت ترین فارسی اشعار کا مجموعہ ہے - فرانسیسی ، جرمن ، ہنگاروی ، عربی ، اور ترکی میں ترجمہ ہو گیا ہے - 'لالہ' طور' کے عنوان سے کتاب میں جو رباعیاں ہیں ان کا پروفیسر آربیری نے انگریزی میں ترجمہ کیا ہے -

'جاوید نامہ' کے متعلق لکھا ہے کہ اس کا ترکی ترجمہ تفصیلی حواشی کے ساتھ ۱۹۵۸ میں انقرہ سے شائع ہو چکا ہے -

'بالِ جبریل' اُردو میں اقبال کی سب سے مشہور اور کامیاب کتاب سمجھی جاتی ہے -

'ضربِ کلیم' عبدالحمید عرفانی نے اقبال کے حالات اور افکار کے بارے میں تفصیلی تجزیہ کے ساتھ فارسی میں ترجمہ کیا اور اس ترجمے کو بنیاد بنا کر 'ضرب کلیم' کو ترکی زبان میں منتقل کیا گیا -

'تشکیلِ الٰہیات جدید' میں اقبال نے دینی فلسفے کو نئے سرے سے تشکیل کرنے کی کوشش کی ہے - ۱۹۶۴ میں اس کا ترکی ترجمہ ہو گیا -''

(۴) **اقبال کی ادبی شخصیت اور فن** - اس باب میں جو صفحہ ۴۵ سے ۵۸ تک پھیلا ہوا ہے ، مصنف نے اقبال کی ادبی شخصیت کا تعین کرنے کی کوشش کی ہے اور یہ بتایا ہے کہ تعلیم و تربیت ، ماحول ، یورپ کی تعلیم اور علما اور صوفیہ نے مل کر ان کی ادبی شخصیت پر اثر ڈالا ہے - اقبال کو گفتار کا غازی قرار دے کر ان پر بے عملی کا الزام لگانے والوں کو مصنف نے جواب دیا ہے کہ

''جس طرح ایک ماہر نباتات سے یہ توقع کرنا کہ وہ باغبان کے فرائض بھی انجام دے غلط ہے ، اسی طرح ایک مفکر شاعر سے یہ توقع رکھنا کہ وہ اپنے احساسات اور خیالات کو عملی جامہ بھی پہنائے اور ان کی خاطر منظم جد و جہد کرے صحیح نہیں - ایک نظریہ کو پیش کرنا دوسری بات ہے اور اس کے لیے سامان فراہم کرنا اور اس کو کامیابی سے ہم کنار کرنا قطعی دوسری بات ہے - بلاشبہ تاریخِ انسانی میں ایسے فولادی عزم والے لوگ ملتے ہیں جنھوں نے دونوں کام کیے - لیکن یہ استثنائی مثالیں ہیں -''

عبدالقادر قرا خان لکھتے ہیں کہ

''اقبال کو بجا طور پر جدید دور کا رومی کہا جا سکتا ہے ۔ ان کی فارسی مکمل طور پر جدید فارسی نہیں کہی جا سکتی ، لیکن اس کے باوجود ایرانی اور فارسی جاننے والے دوسرے لوگ بغیر کسی مشکل کے ان کے کلام سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں ۔ بعض جگہ قواعد کی غلطیاں بھی ملتی ہیں لیکن اصل چیز ان کے افکار ہیں ۔ اقبال نے جدید ترین تصورات کو بڑی آسانی سے اور بڑی خوب صورتی سے بیان کیا ہے ۔ رہا اُردو کلام ، تو غالب کے بعد اُردو کی سب سے زیادہ خدمت جس نے کی وہ اقبال ہیں ۔''

(د) دنیا اور زندگی کے بارے میں اقبال کے نظریات ۔ اس باب میں مصنف نے اقبال کے افکار پر نظر ڈالتے ہوئے خودی ، انسانِ کامل ، عشق و عقل ، عقل اور علم سے مختصر بحث کی ہے ۔ ڈاکٹر عبدالقادر نے لکھا ہے کہ

''اقبال انسان کو اشرف المخلوقات سمجھتے تھے ، اسلام کی اور اسلامی ثقافت کے صحیح ہونے پر یقین رکھتے تھے اور اس بات پر زور دیتے تھے کہ اسلامی معاشرے کو صرف علم اور عقل کے راستے سے نہیں بلکہ حضرت محمدؐ اور ان کے صحابہ کے نقشِ قدم پر چل کر صحیح بنیادوں پر قائم کیا جا سکتا ہے ۔''

یہ باب صفحہ ۵۹ سے ۶۹ تک پھیلا ہوا ہے ۔

انتخابِ کلام ۔ اقبال کی زندگی ، تصانیف اور تصورات سے بحث کرنے کے بعد ڈاکٹر عبدالقادر نے اقبال کی تمام منظوم کتابوں سے ان کے کلام کے منتخب نمونے پیش کیے ہیں ۔ ایک صفحے پر اصل متن ہے اور دوسرے صفحے پر اس کا ترجمہ ۔ فارسی متن غالباً ''کلیات اقبال'' کے اس مجموعے کی فوٹو کاپی ہے جو تہران سے شائع ہوا تھا ۔ اسی طرح اُردو متن لاہور سے شائع ہونے والی کتابوں کے صفحات کی فوٹو کاپی کی شکل میں دیا گیا ہے ۔ نظموں کا یہ انتخاب صفحہ ۷۰ سے ۱۷۵ تک پھیلا ہوا ہے اور چوّن نظموں یا ان کے اقتباسات پر مشتمل ہے ۔ تفصیل یوں ہے :

اسرارِ خودی : مثنوی "اسرارِ خودی" کی تمہید سے ۲۸ اشعار ۔ پہلا شعر یہ ہے :

باز بر خوانم ز فیضِ پیرِ روم دفترِ سر بستۂ اسرارِ علوم

اور آخری شعر یہ ہے :

بر گرفتم پردہ از رازِ خودی وا نمودم سرِ اعجازِ خودی

اس کے بعد تمہید ہی سے سات شعر اور دیے ہیں۔ جو ''شاعری زین مثنوی مقصود نیست'' سے شروع ہو کر ذیل کے شعر پر ختم ہوتے ہیں :

خردہ بر مینا مگیر ای ہوشمند دل بذوق خردہ مینا بہ بند

''اسرار خودی'' سے تیسرا اقتباس ''در بیان اینکہ خودی از عشق و محبت استحکام می پذیرد'' کے ابتدائی دس اشعار پر مشتمل ہے۔

چوتھا اقتباس در حقیقت ''شعر و اصلاح ادبیات اسلامیہ'' کے ابتدائی تیرہ اشعار پر مشتمل ہے۔

''اسرار خودی'' سے پانچواں اقتباس ''در شرح اسرار اسمائے علی مرتضیٰ'' کے ابتدائی چھ اشعار پر مشتمل ہے۔

رموز بے خودی ۔ ''رموز بے خودی'' سے حسب ذیل دو اقتباسات لیے گئے ہیں : ''پیش کش بحضور ملت اسلامیہ'' کے ابتدائی سات اشعار اور ''در معنیٔ ربط فرد و ملت'' کے ابتدائی بارہ اشعار۔

پیام مشرق ۔ ''پیام مشرق'' سے حسب ذیل نظمیں اور غزل لی گئی ہیں :

(۱) ''محاورہ مابین خدا و انسان''۔
(۲) ''الملک للہ''۔
(۳) ''عشق''۔
(۴) ''خطاب بہ مصطفیٰ کمال پاشا''۔
(۵) غزلیات سے صفحہ ۲۱۳ کی وہ غزل جس کا مطلع یہ ہے :

بیا کہ بلبل شوریدہ نغمہ پرداز است عروس لالہ سراپا کرشمہ و ناز است

زبور عجم ۔ ''زبور عجم'' سے حسب ذیل اقتباسات لیے گئے ہیں :

(۱) ''زبور عجم'' حصہ دوم سے نظم نمبر ۱۹ جس کا پہلا مصرع یہ ہے :

اے غنچۂ خوابیدہ چو نرگس نگران خیز

(۲) غزل نمبر ۲۹ جس کا پہلا مصرع یہ ہے :

ما از خدائے گم شدہ ایم او بجستجوست

(۳) نظم نمبر ۳۰ جس کا پہلا مصرع یہ ہے :

خواجہ از خون رگ مزدور سازد لعل ناب

(۴) غزل نمبر ۳۷ جس کا پہلا مصرع یہ ہے :

من بندۂ آزادم عشق است امام من

جاوید نامہ ۔ (۱) فلک عطارد سے وہ حصہ جس کا موضوع ''شرق و غرب'' ہے اور جس میں سعید حلیم پاشا اور زندہ رود اور افغانی کی گفتگو دی گئی ہے ۔ لیکن اس میں ذیل کے چار اشعار جن میں سعید حلیم پاشا نے مصطفیٰ کمال پر تنقید کی ہے نکال دیے گئے ہیں :

نو نگردد کعبہ را رختِ حیات   گر زافرنگ آیدش لات و منات
ترک را آہنگ نو در چنگ نیست   تازہ اش جز کہنۂ افرنگ نیست
سینۂ او را دمے دیگر نبود   در ضمیرش عالمے دیگر نبود
لا جرم با عالمِ موجود ساخت   مثلِ موم از سوزِ ایں عالم گداخت

(۲) پیرِ رومی بہ زندہ رود می گوید کہ شعرے بیار ''جاوید نامہ''، صفحہ ۱۹۲ ۔
(۳) غزل زندہ رود (''جاوید نامہ'' صفحہ ۹۳) ۔
(۴) نوائے حلاج ۔
(۵) حلاج کے ابتدائی سات شعر (''جاوید نامہ'' صفحہ ۱۳۹) جس کا پہلا مصرع یہ ہے :

مردِ آزادے کہ داند خوب و زشت

(۶) ''حضور'' کے ابتدائی گیارہ اشعار (''جاوید نامہ''، صفحہ ۲۲۱)
پس چہ باید کرد ۔ (۱) تمہید کے ابتدائی اُنیس اشعار ۔
(۲) صفحہ ۶۰ - ۶۱ کے گیارہ اشعار جن کا آغاز ذیل کے مصرع سے ہوتا ہے :

سوز و ساز و درد و داغ از آسیاست

مسافر ۔ بر مزار شہنشاہِ بابرخلد آشیانی
ارمغانِ حجاز ۔ ''ارمغانِ حجاز'' کے فارسی حصہ سے گیارہ رباعیاں جو حضورِ حق، حضورِ رسالت، رومی، دل، خودی اور بہ یاران طریق سے لی گئی ہیں ۔ ان میں چار رباعیاں ایسی ہیں جن میں رومی کا نام آتا ہے ۔
بانگِ درا ۔ ''بانگِ درا'' سے حسب ذیل سات نظموں کے ترجمے دیے گئے ہیں ؛ (۱) بچے کی دعا ؛ (۲) شمع و پروانہ ؛ (۳) بلاد اسلامیہ میں سے وہ بند جس میں قسطنطنیہ کا تذکرہ ہے ؛ (۴) ترانۂ ملی ؛ (۵) حضور رسالت مآب میں ؛ (۶) دعا (یا رب دل مسلم کو ۔ ۔) ؛ (۷) محاصرۂ ادانہ ۔

بالِ جبریل : (۱) غزل : جب عشق سکھاتا ہے آدابِ خود آگاہی -
(۲) غزل : ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں -
(۳) پیر و مرید -
(۴) جاوید کے نام -

ضربِ کلیم : (۱) طالب علم - (۲) امتحان -

ارمغانِ حجاز : "ارمغانِ حجاز" کے اُردو حصے سے چھ رباعیاں : (۱) غریبی میں ہوں محسود امیری
(۲) خرد کی تنگ دامانی سے فریاد
(۳) کہا اقبال نے شیخِ حرم سے
(۴) تمیز خار و گل ہے آشکار
(۵) ترے دریا میں طوفان کیوں نہیں ہے
(۶) خرد دیکھے اگر دل کی نگہ سے

تشکیل الٰہیات جدید - انگریزی کتاب سے ذیل کے دو بابوں کے اجزا کا ترجمہ :

Knowledge and Religious Experience (1)

The Spirit of Muslim Culture (2)

پہلے باب کا ترجمہ اقبال کے انگریزی خطبات مطبوعہ شیخ محمد اشرف کے صفحہ ۸ سے صفحہ ۱۶ تک کی عبارت کا ترجمہ ہے ، اور دوسرا ترجمہ The Spirit of Muslim Culture والے باب کے آغاز سے (صفحہ ۱۲۴) صفحہ ۱۲۷ تک کی عبارت کا ہے -

اس جگہ یہ بات قابلِ غور ہے کہ شیخ محمد اشرف والے نسخے میں قرآنی آیات کے نمبروں کے جو حوالے ہیں وہ بعض جگہ غلط ہیں یعنی ایک دو آیت آگے اور پیچھے ہو گئی ہیں ، لیکن ڈاکٹر عبدالقادر نے جو حوالے دیے ہیں وہ صحیح ہیں - معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے یہ حوالے کسی دوسرے نسخے سے مرتب کیے ہیں یا پھر قرآن میں دیکھ کر ان کی تصحیح کی ہے -

انگریزی خطبات کا ترکی ترجمہ صوفی حوری نے کیا ہے جو ۱۹۶۴ میں استنبول سے شائع ہوا -

اقبال کے خطوط - اس حصے میں قائد اعظم کے نام اقبال کے تین خطوط اور ان کا ترکی ترجمہ دیا گیا ہے - یہ خطوط بالترتیب ۲۳ مئی ۱۹۳۶ ، ۲۵ جون ۱۹۳۶ اور ۲۰ مارچ ۱۹۳۷ کے ہیں -

کتاب کے آخر میں ''کتابیات'' دی گئی ہے جس میں اقبال کی تصانیف کی مکمل فہرست مع سن طباعت دی گئی ہے۔ مختلف زبانوں میں جن کتابوں کے ترجمے ہوئے ہیں ان کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ مضامین، مکتوبات اور تقریروں کے مطبوعہ مجموعوں کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے۔

آخر میں انڈکس ہے جو اشخاص، کتب اور مقامات پر مشتمل ہے۔ کتاب میں چار تصاویر بھی ہیں۔ ایک تصویر صرف اقبال کی ہے، دوسری میں اقبال عطیہ بیگم کے ساتھ ہیں اور تیسری تصویر میں اقبال لاہور میں اپنے شاگردوں اور اپنے ساتھی اساتذہ کے ساتھ دکھائے گئے ہیں۔ آخری تصویر ان اہلِ علم حضرات کی ہے جو البیرونی سے متعلق ایک کانفرنس میں شرکت کرنے کے لیے پاکستان آئے تھے۔ یہ حضرات جن میں ڈاکٹر عبدالقادر قرا خان بھی شامل ہیں، تصویر میں مزارِ اقبال پر فاتحہ خوانی میں مصروف دکھائے گئے ہیں۔

مختصر یہ کہ ڈاکٹر عبدالقادر قرا خان کی یہ کتاب ترکی میں اقبال سے متعلق لکھی ہوئی کتابوں میں سب سے مکمل اور جامع کتاب ہے۔